سچ

قیمت سالانہ سے

بیرون ہند ۱۰ شلنگ

قیمت ششماہی عہ

فی پرچہ ۱ر

نمبر ۳۸ | ۲۶ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ ۴ر اکتوبر ۱۹۲۶ء | جلد ۲

سچی باتیں

آپ کی والدہ ماجدہ اگر خوش قسمتی سے بقید زندہ ہیں، اور آپ کو انکی خدمت کا موقع ملا ہے، تو آپ نے کبھی سوچا ہے، کہ آپ کا برتاؤ اُنکے ساتھ کیا ہے، اور کیا ہونا چاہیے؟ آپ اپنے روز مرہ کے چوبیس گھنٹوں میں سے کتنے گھنٹے؛ نہیں، کتنے منٹ اُن کی خدمت میں صرف کرتے ہیں؟ آپ اپنی زندگی کے کتنے مشاغل میں اُن سے اجازت کیا ضروری خیال فرماتے ہیں؟ آپ کو جو دلچسپی اپنے بیوی بچوں، دوست واحباب سے ملنے میں ہوتی ہے، اُتنی نہیں، اس کا کوئی حصہ بھی بوڑھی ماں کی سیوا کرنے میں ہوتی ہے؟ اُنکے حکم کی تعمیل میں آپ نے کتنی مرتبہ اپنے جذبات، اپنی خواہشوں، اپنے ارادوں کو قربان کیا ہے؟ اُنھوں نے آپ کے بچپنے میں آپ کی ضدیں پوری کی تھیں، آج اُنکے بڑھاپے میں، آپ انکی ضدیں، ہزاروں نہیں، سیکڑوں نہیں، بیسیوں نہیں، اِکائیوں کی ہی تعداد میں پوری کر رہے ہیں؟

جس درسگاہ میں آپ نے تعلیم پائی ہے، کبھی آپ اُسے اپنی ماں (الما میٹر) بتاتے ہیں۔ جس سرزمین پر آپ پیدا ہوئے ہیں، کبھی آپ اُسے "مادرِ وطن" کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ جس دنیا میں آپ نے آنکھیں کھولی ہیں، کبھی آپ اُسے "مادرِ گیتی" کا خطاب عطا فرماتے ہیں، اور ان سب کے حقوق بھی آپ اپنے ذمے تسلیم فرماتے ہیں، پر یہ کیا غضب ہے کہ ان تمام فرضی اور مصنوعی ماؤں کی خدمتگذاری میں پڑ کر آپ اپنی اصلی اور حقیقی ماں کو بھولے رہتے ہیں، اور اُس بیچاری، فانی النفس، بے آمیز و بے مقدار محبت کا، جو آپ کے وجود میں لانے کا باعث ہوئی ہے کوئی حق نہیں تسلیم فرماتے! کل جب آپ کچھ نہ تھے، اور وہ سب کچھ تھی، اُس نے اپنا جسم گھلا گھلا کر، اپنا خون بہا بہا کر، آپ کو "کچھ نہیں" سے "کچھ" بنا دیا! آج آپ اپنے دُور کے عزیزوں، دوستوں، بلکہ اجنبیوں اور بیگانوں تک کی پروا کرتے ہیں، لیکن ایک نہیں پروا کرتے، تو اُسی مامتا کی ماری کی، اُسی محبت کی دیوانی کی!

مانا کہ آپ ایک اچھے شاعر ہیں، مانا کہ آپ ایک پُر زور مقرر ہیں، مانا کہ آپ ایک اعلیٰ مصنف و صاحب قلم ہیں، مانا کہ آپ کونسل کے ممبر ہیں، مانا کہ آپ ایک مقتدر عہدہ دار ہیں، مانا کہ آپ کی علمی قابلیت کی شہرت سارے ملک میں ہے، مانا کہ عزت، شہرت، دولت کے لحاظ سے آپ وہ سب کچھ ہو گئے، جو ہونا چاہتے تھے، لیکن جھوٹے موتیوں کی یہ ساری جگمگاہٹ آپ کے باطن کو کچھ نور نہیں بنا سکتی۔ جنت کی نورانیت کی اگر تلاش ہے، اُس نور کی اگر جستجو ہے، جس پر حور و ملائک بھی رشک کریں، تو وہ، ماں اور صرف ماں ہی کے قدموں کے نیچے ہے! حنفیت و وہابیت، صوفیت و نجدیت کے مناقشے ممکن ہے کہ آپ کو کسی ایک فریق کی سرداری دلا دیں، لیکن جنت کا سیدھا راستہ، ماں ہی کے قدموں کے نیچے ہو کر ہے!

شجرۃ الرضوان

لکھنؤ کے مشہور علمی خاندان کے ایک ذی علم رکن سچ کے اوراق میں شجرۃ الرضوان کی بحث کو پڑھ کر اپنے گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

"۶- ربیع الاول کے پرچے میں پھلواروی صاحب کا مضمون دیکھا- ایجاد بدعت شوق تشدید میں ہوئی- دوسرے طبقے نے غلو میں اگلوں کی پیروی کی- تیسرے طبقے نے اثبات میں اشتراط کی ضرورت محسوس کی- ہمارے زمانے میں وہی بدعات پیٹ پالنے اور معاش کا ذریعہ ہیں- پھر اگر انکار کرنے والے پر سب و شتم نہ ہو تو کیا ہو- حضرت عمرؓ کا قطع کرنا اگر نہیں ثابت تو غرض تو ثابت ہی ہے- عمدۃ القاری وغیرہ کی عبارت وکان سبب خفاءھا ان لا یفتتن الناس حضرت عمرؓ کی بھی یہی غرض تھی- [illegible] میں کی ضرورت قطع کی داعی نہیں ہوئی تھی۔" "م"

پیاری پکار

لندن کی مرکزی زندگی سے دور انگلستان کے ایک گوشے میں ایک علاقہ ہرٹفورڈ شائر ہے، وہاں سے ایک غیر معروف اخبار واٹفورڈ اینڈ ویسٹ ہرٹس ایڈورٹائزر نکلتا ہے- ۲۰- ستمبر کے پرچہ میں وہ ایک دوسرے انگریز مسٹر ہیڈ لینڈ ڈیوس کے حوالہ سے اذان کی دلکشی پر ایک مضمون لکھتا ہے، جس میں اُسکے معنی و مفہوم کو پوری طرح سمجھا کر اس پیاری پکار کی دلکشی، دلاویزی، و موسیقیت کو بار بار بیان کرتا ہے، اور لکھتا ہے کہ

"خواہ طلوع آفتاب کا وقت ہو، یا غروب کا، یا وہ وقت جب آسمان پر تارے چھٹکے ہوئے ہوں، کوئی وقت بھی ہو، اذان کی آواز دائماً ہر مومن و کافر دونوں کے دلوں کو ہلا کر رہتی ہے۔"

اذان کی تاثیر و دلکشی کی یہ شہادت دنیا کے ایک ایسے گوشہ سے مل رہی ہے، جہاں آج تک کسی صلوٰۃ کا گذر بھی مشکل ہی سے ہوا ہوگا- مکہ کے اس بیکس یتیم کو، جبکی دلکشی پر اسکے اہل خاندان، اہل قبیلہ، اہل شہر سب مشتعل ہوگئے تھے، اور جسے مجبور ہوکر اپنا وطن چھوڑنا پڑا تھا، جب یہ خوشخبری سنائی گئی تھی، کہ

ورفعنا لک ذکرک — ہم نے تیرے ذکر کو بلند کر رکھا ہے۔

تو اُس بیکسی اور بے بسی کے عالم میں، کون اس پیشگوئی کی تصدیق کر سکتا تھا؟ لیکن آج موافقین نہیں، مخالفین میں سے، کس کو اس ذکر پاک کی بلندی سے انکار ہو سکتا ہے؟ خدائے واحد و برتر کے ساتھ ساتھ آج بندوں میں سے کس کے نام کو یہ بلندی حاصل ہے، جسکی گونج چین، ہندوستان و افریقہ کے ریگزاروں، اور لندن، پیرس، و برلن کی آبادیوں کے بلند مناروں سے ہر روز، اور ہر روز پانچ پانچ مرتبہ فضائے عالم میں بلند ہوتی رہتی ہے؟ بجز ایک اُن پڑھ عرب کے، دنیا کی ساری تاریخ میں کسی بادشاہ، کسی فاتح، کسی سردار، کسی ولی، کسی رشی، کسی حکیم، کسی شاعر، کسی صاحب، کو کبھی بھی یہ مرتبہ نصیب ہوا ہے؟

ایں دولت سرمد ہمہ کس را نہ دہند با "م"

آپس میں گالیاں ہیں الخ

اس عنوان سے جو نوٹ نمبر ۳۶ میں نکلا تھا، اُسے پڑھ کر مولوی احمد حبیب صاحب ندوی پھلواروی نے [illegible] کا ایک طویل مکتوب تحریر فرمایا ہے، جسکا ضروری حصہ انھیں کے الفاظ میں حسب ذیل ہے:-

"ان اللہ یامر بالعدل والاحسان- آپ نے ۲۰- ستمبر کے سچ میں "آپس کی گالیاں ہیں غیروں کی تالیاں ہیں" کے عنوان سے جو نوٹ لکھا ہے وہ بہت قابل قدر و لائق عمل ہے- سچ جیسے صحیح اخبار کے لیے یہی روش موزوں و مستحسن ہے- لیکن کیا یہ بہتر ہوتا کہ اشخاص کی تمیز اٹھا کر ہر شخص کو یکساں نصیحت کی جاتی- میرا مقصد یہ ہے کہ جس طرح ظفر علی سے ناصحانہ تخاطب کیا گیا ہے اسی طرح محمد علی و شوکت و حسن نظامی سے تخاطب کیا جاتا، اور کہا جاتا کہ خواہ مخواہ ظفر علی اور زمیندار کو بدنام کرنے کی کوشش چھوڑ دو..... جس طرح مولانا محمد علی اور خواجہ صاحب اور انکے متبعین کو سلطان ابن سعود اور نجدیوں کو بُرا بھلا کہنے کا اور صرف عیوب کے اظہار کا حق ہے، وہی حق مولانا ظفر علی یا جماعت اہل حدیث کو کیوں نہیں دیا جائے گا، کہ انکی اچھائیاں بیان کریں اور اصلاحات کی حمایت کریں- یہ کیا ظلم ہے کہ آزادی رائے کے ماتحت تو آپ جو جی چاہے کریں، مگر دوسرا اس پر عمل کرنے لگے، تو اُسکے خلاف پروپیگنڈا شروع کر دیں۔" "م"

مراسلہ نگار صاحب اگر دوبارہ اُس نوٹ کو ملاحظہ کریں گے، تو انھیں خود نظر آجائیگا، کہ اس میں زمیندار کی ہجو یا اہانت کے بجائے صراحت کے ساتھ اسکی اہم قومی و دینی خدمات کا اعتراف موجود ہے- اور اگر اس نوٹ کی بنا پر کسی کو وجہ شکایت پیدا ہو سکتی تھی، تو خواجہ صاحب کو، جنکی خدمات کا اس میں ذکر نہیں، نہ کہ اُنکے فریق مقابل کو! پھر اگر مراسلہ نگار صاحب کا یہ بیان صحیح تسلیم کر لیا جائے، کہ مولوی ظفر علی خاں صاحب پر انکے مخالفین کی جانب سے بہت زیادتی ہو رہی ہے تو ایسی صورت میں مولوی صاحب موصوف کی جانب سے نرمی اور فروتنی کے برتاؤ سے انکی اور زیادہ شرافت ثابت ہوگی، اور اس سے انکی عزت گھٹنے کے بجائے انشاء اللہ اور بڑھ جائے گی- ساری قومی نزاعات میں اسوقت اصلی دکھتی ہوئی رگ یہی ہے، کہ ہر فریق سارا الزام دوسرے فریق پر ڈال رہا ہے، اور اپنی جانب سے عفو و درگذر، صبر و تحمل کے برتاؤ کو اپنی کمزوری اور توہین سمجھتا ہے- اللہ اس ذہنیت سے محفوظ رہنے کی ہم سب کو توفیق عطا کرے۔ "م"

نئی "بازیاں"

نئی تہذیب نے دنیا کی ایک ایک چیز کی کایا پلٹ کر دی ہے، اور اب ہر شے نئی ہو گئی ہے- نئے فن، نئی خوشیاں، نئے علوم، نئے فنون، نئی تفریحیں، نئی دلچسپیاں، نئے کھیل، نئے تماشے، یہاں تک کہ وہ کھیل اور تماشے، جن پر ہماری زبان میں "بازی" کا اطلاق ہوتا تھا وہ بھی اب بالکل نئے ہوتے جاتے ہیں- پہلے مرغ بازی، بٹیر بازی، پتنگ بازی کا رواج تھا، نئی دنیا نے ان "بازیوں" کو جاہلانہ و وحشیانہ قرار دیکر، اب جن "بازیوں" کو فیشن میں داخل کیا ہے، وہ اس قسم کی ہیں، مثلاً سائیکل بازی، یعنی دوڑ میں سائیکل سواروں کا مقابلہ، طیارہ بازی یعنی طیاروں اور ہوائی جہازوں کا دوڑ میں ایک دوسرے کا مقابلہ،

موٹر بازی یعنی موٹر سواروں کا دوڑ میں مقابلہ۔ ان مہذب و شائستہ "بازیوں" اور دوڑوں میں جو جو ہولناک حادثے پیش آتے رہتے ہیں، انکے ذکر سے فرنگی اخبارات کے صفحات لبریز رہتے ہیں۔ حال میں ایک موٹر دوڑ کا حال مارننگ پوسٹ کے وقائع نگار نے شائع کیا ہے،

۲۹ اگست کو مقام بولون میں ایک چار پہر واقع ہوئی تھی۔ یہ دوڑ تین موٹروں کے درمیان تھی، جو ایک ایک منٹ کے وقفہ کے بعد ایک دوسرے کے پیچھے دوڑائی گئیں۔ راستہ خاص طور پر ہموار اور خطرناک انتخاب کیا گیا تھا، اور دوڑ کی شرح رفتار ڈیڑھ سو میل فی گھنٹہ تھی! اس قیامت خیز رفتار کا نتیجہ یہ ہوا، کہ درمیان والی موٹر جس پر لندن کے مشہور موٹر باز مسٹر [illegible] سوار تھے، راستہ میں ایک تماشائی کے ہوز سے ٹکرا کر ایک درخت سے ٹکرائی، اور یہ ٹکر اس زور کی ہوئی کہ موٹر اور سوار دونوں کا جسم پاش پاش ہو گیا! اور تین تماشائی بھی اسی وقت ہلاک ہو گئے!

مرغ بازی، بٹیر بازی، پتنگ بازی کی وحشت، جہالت، درندگی بالکل مسلّم، لیکن کیا انسانی خون اور جان کی "بازیوں" کے مقابلہ میں بھی؟

فتنے سب سچ سہی قیامت کے
لیکن آگے تمہاری قامت کے؟

"دم"

تحریک التوائے حج

سلطان ابن سعود کی خود رائی و [illegible] کو دیکھکر بعض ذمہ دار حلقوں میں یہ تحریک شروع ہو چلی ہے، کہ اگر سلطان نے دوسرے ذرائع سے اپنی اصلاح نہ کر لی، تو مجبوراً آخری حربہ مسلمانوں کو یہ دینا پڑے گا، کہ حج کو ملتوی رکھیں، کہ سلطان کی آمدنی کا بڑا ذریعہ یہی حاجیوں کا روپیہ ہوتا ہے۔ حج، اسلام کا ایک فرض قطعی اور رکن اہم ہے، پھر اب حج کرنے والے خود ہی روز بروز گھٹتے کم ہوتے جاتے ہیں، ایسی حالت میں اس فریضہ کے ملتوی کرنے کا مشورہ دینا بڑی جسارت اور ذمہ داری کا کام ہے، اور یہ ایسا حربہ ہے، جسکے استعمال میں بہت زیادہ احتیاط و تدبر کی ضرورت ہے۔ شاید ہی کوئی مسلمان ایسا ہو، جو اس حربہ کے استعمال پر خوشی سے آمادہ ہو سکے۔ لیکن اسی کے ساتھ بعض دوسرے حلقوں میں نفس تحریک کے "قطعی حرام" ہونے کا جو فتویٰ دیا جا رہا ہے، اسکی وجہ بھی کچھ سمجھ میں آتی نہیں۔ ظاہر ہے کہ فریضۂ حج کی منسوخی کا کوئی دعویٰ نہیں کرتا، جو کچھ کہا جاتا ہے، وہ صرف یہ ہے کہ ایسا فریضہ جو ایک مدت کے درمیان ادا کیا جا سکتا ہے، اسے بجائے فوراً ادا کرنے کے، کچھ روز کے بعد ادا کیا جائے۔ اس میں حرمت قطعی و تکفیر قطعی کی گنجائش کہاں ہے؟ واقعۂ حدیبیہ تاریخ اسلام کا ایک مشہور واقعہ ہے۔ سرور کائنات زیارت و طواف کے قصد سے روانہ ہوئے، کعبہ کے قریب پہنچ کر جب یہ اندازہ ہوا، کہ عمرہ و حج کی صورت میں ایک بڑا فتنہ برپا ہو گا، تو حضرت صلعم نے کی مستقل صلح کے بموجب تاجدار رسالت نے ارادۂ طواف و زیارت ملتوی کر دیا۔ اور یہ معاہدہ مکہ والوں سے قرار پایا، کہ پہلی دفعہ یہی تھی کہ مسلمان اگلے سال عمرہ کے لیے آ جائیں گے۔ اس صلح و نظیر مثال کے ہوتے ہوئے نفس تحریک کے جواز میں اتنی شبہہ کی گنجائش ہوسکتی؟ گفتگو جو کچھ ہو سکتی ہے، وہ صرف اس مسئلہ میں، کہ آیا حجاز کی موجودہ خرابیاں اس درجہ تک پہنچ گئی ہیں، جو اس آخری علاج کو ناگزیر بنا دیں؟

وہاں اور یہاں

مسٹر اے۔ بی۔ [illegible] آبزرور کے صفحات میں لنڈن کے مشہور و معروف ہائیڈ پارک کے مناظر کا مرقع کھینچتے ہیں، اور اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:-

"ایک جگہ ایک چبوترہ پر اشتراکیت (سوشلزم) کا واعظ ہوتا دکھائی دیتا ہے، اور جلی قلم سے "حریت، مساوات، اخوت" کا کتبہ لکھا ہوتا ہے۔ یہاں کھڑے ہو کر، ہر وزیر سلطنت، خواہ زندہ ہو خواہ مردہ، اور ہر ممبر پارلیمنٹ، اور ہر امیدوار رکنیت پارلیمنٹ، پر (بادشاہ و جارج کے) لعن طعن سن لیجیے۔ خطرناک، بلکہ اشتعال انگیز تقریریں برابر ہوتی رہتی ہیں، لیکن قانون و امن عامہ کا ذمہ دار (یعنی پولیس کا سپاہی) سامنے کھڑا رہتا ہے، اس پر اس سے زائد کچھ اثر نہیں ہوتا، کہ اسکے چہرہ پر مسکراہٹ آتی رہتی ہے"

یہ حال انگلستان کا تھا۔ ہندوستان میں، وزرائے برطانیہ کا ذکر نہیں، بڑے لاٹ اور چھوٹے لاٹ کا ذکر نہیں، صرف ضلع کے کلکٹر یا سپرنٹنڈنٹ پولیس کے خلاف اگر کوئی شخص شارع عام پر یوں زبان درازی شروع کر دے، تو اسکا کیا انجام ہو؟ کیا جس طرح ہندوستان کی زمین، انگلستان کی زمین نہیں، اسی طرح یہاں کا آسمان بھی وہاں کا آسمان نہیں؟

"دم"

بڑا خطرہ

موتمر مکہ کی مقترح اسلامی کا خواہ کچھ اثر ہوا ہو یا نہ ہوا، لیکن اتنا تو بہرحال ہوا ہے، کہ اس وقت سے برطانوی پریس میں ایک ہلچل سی برپا ہو گئی ہے۔ ٹائمز، ڈیلی میل، مانچسٹر گارڈین، سرونٹ ریویو، ویسٹ منسٹر گزٹ، سپکٹیٹر، بڑے اور چھوٹے، روزانہ و ہفتہ وار، لبرل اور ٹوری، ہر اخبار میں یہی چرچے نظر آ رہے ہیں، کہ مسلمان اب بیدار ہو گئے ہیں، انکے خطرہ سے اب ہوشیار رہنا چاہیے۔ لٹریری گائیڈ جو انگلستان کے آزاد خیال عقلیین کا پرچہ ہے، اسکے ستمبر نمبر میں اسکے مشہور مقالہ نگار مسٹر گولڈ نے اسی موتمر کے موضوع پر ایک مقالہ تحریر فرمایا ہے، جس میں سیاسی حیثیت سے بالکل قطع نظر کر کے، محض علمی و عقلی حیثیت سے لکھتے ہیں، کہ اب علم کا مقابلہ مسیحیت سے نہیں، کہ اسے پوری شکست ہو چکی ہے، بلکہ اسلام سے ہو گا، جو نسبتاً علم و عقل سے بہت قریب ہے، اور آیندہ زمانہ میں، لندن اور پیرس میں نہیں، بلکہ مکہ میں تمام دنیا کے مشاہیر علما، فضلاء، و شعراء کو جمع ہونے کے لیے تیار رہنا چاہیے! مغرب کی ذہنیت کا پتہ ایسی تحریروں سے مل جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ موتمر مکہ کو جو کچھ کرنا تھا، اسکا ایک حصہ بھی وہ نہ کر سکی، تاہم بعض مسلمانوں کے اس شہید کی آہ سے بعض چند کلمہ گویوں کی یکجائی سے، یورپ کے دل لرزنے لگے ہیں۔ یہ آسانی قیاس ہو سکتا ہے، کہ اگر موتمر اپنے مقاصد میں واقعی کامیاب ہو جائے، اگر مسلمانان عالم کے قلوب اپنے اصلی مرکز سے واقعۃً وابستہ ہو جائیں، اگر دلوں پر ایک بار پھر وحدت اسلامی کا نقش بیٹھ جائے، تو بغیر توپ و بندوق کی مادی قوتوں کے، محض اخلاقی خوف یورپ پر کس درجہ طاری ہو جائے، کاش ہم اب بھی اپنی مرکزیت کی قوت کا احساس کر سکیں!

"دم"

شجرۃ الرضوان

(از خامہ: مولانا امیر علی سابق صدر دارالعلوم ندوہ)

شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ جن صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کی تھی، اللہ تعالیٰ اُن سے اپنی رضامندی ظاہر فرماتا ہے بقولہ لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ۔ بیشک راضی ہوا اللہ تعالیٰ مومنین سے جب وہ تجھ سے درخت کے نیچے بیعت کرتے تھے۔ .. پہلے بیان ہوا کہ یہ درخت ببول کا زمین حدیبیہ میں تھا اور صحابہ کی تعداد ایک ہزار چار سو تھی۔ اور بخاری نے عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں حج کو جاتا تھا تو میرا گذر ایک قوم کی جانب ہوا جو ایک مقام پر نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیسی مسجد ہے۔ لوگوں نے کہا کہ وہی درخت ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے بیعت الرضوان لی تھی۔ پھر میں سعید بن المسیب رحمۃ اللہ تعالیٰ کے پاس آیا اور میں نے اُن سے یہ حال بیان کیا تو سعید نے کہا کہ میرے باپ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت کے نیچے بیعت کی تھی اور مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا کہ جب ہم لوگ دوسرے قضائے عمرہ کے واسطے گئے تو وہ درخت بھول گئے۔ اور ہر چند ہم نے کوشش کی وہ درخت ہم کو نہ ملا۔ پھر سعید نے کہا کہ محمد کے اصحاب تو اُس درخت کو نہیں جانتے تھے اور تم نے اُسکو جان لیا تو تم بڑے جاننے والے ٹھہرے (صحیح)

....

صحیح میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ جس درخت کے نیچے بیعت ہوئی وہ مخفی کر دیا گیا اور اس کا مخفی کرنا اللہ کی طرف سے رحمت تھا۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انکو خبر پہنچی کہ کچھ لوگ اُس درخت کے وہاں جاتے ہیں جسکے نیچے بیعت ہوئی تھی کہ وہ کاٹ ڈالا جاوے پس وہ کاٹ ڈالا گیا (رواہ ابن ابی شیبہ) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ درخت مخفی نہ تھا۔ بعض شراح نے جواب دیا کہ جن صحابہ نے اُسکا مخفی ہونا بیان کیا ہے اُنکا قول اپنے علم کے موافق ہے۔ یعنی اُن پر مخفی ہو گیا تھا۔ اور اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ سب پر مخفی ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ مجھے یہ جواب پسند نہیں ہے اس واسطے کہ جن صحابہ نے مخفی ہونا بیان کیا ہے اُنھوں نے فقط اپنے اوپر مخفی ہونا نہیں بیان کیا ہے بلکہ عموماً اصحاب رسول اللہ صلعم پر مخفی ہونا ثابت کیا ہے۔ کیا نہیں دیکھتے ہو کہ سعید بن المسیب نے صاف فرمایا کہ اصحاب رسول اللہ صلعم پر باوجود کوشش کے وہ درخت مخفی رہا تو تم لوگ اُن سے بھی زیادہ جاننے والے ٹھہرے کہ ایک درخت کی نسبت دعویٰ کرتے ہو کہ وہی درخت ہے۔ پس ظاہر ہو گیا کہ اگر وہ درخت سب پر مخفی نہ ہوتا تو سعید کے قول کے کچھ معنی نہ ہوتے۔ کیونکہ وہ لوگ کہتے کہ ہم کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے بتلایا ہے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے بھی کچھ معنی نہ ہوتے کہ اسکا مخفی کر دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت تھا۔ کیونکہ تمہارے زعم کے موافق وہ مخفی نہ ہوا تھا۔ اگر کہو کہ اچھا تمہارے زعم کے موافق اگر وہ سب سے مخفی ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیونکر اسکے کاٹ ڈالنے کا حکم دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے درخت کو کاٹ ڈالنے کا حکم دیا تھا جسکی نسبت لوگ دعویٰ کرتے تھے کہ یہ وہی درخت ہے جس کے نیچے بیعت واقع ہوئی تھی حالانکہ برخلاف صحابہ رضی اللہ عنہم کے ان لوگوں نے اپنی رائے سے ایک درخت تجویز کر لیا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس وہم کے مٹا دینے کے واسطے حکم دیا کہ وہ بھی کاٹ ڈالا جائے۔ علماء نے لکھا کہ اصلی درخت کے اخفا کر دینے میں حکمت یہ تھی کہ اسکے ذریعہ سے عوام الناس میں فتنہ پیدا نہ ہو کیونکہ اسکے نیچے خیر کثیر نازل ہوئی تھی۔ پس اگر وہ باقی رہتا تو بعید نہ تھا کہ جہال خوش اعتقادی کے پیرایہ میں اسکی تعظیم کرنے میں مبالغہ کرتے اور مبارک درخت سمجھ کر نفع و ضرر کا اعتقاد رکھتے اور نذر و نیاز چڑھاتے۔ کیا نہیں دیکھتے ہو کہ اس زمانہ میں اس سے خفیف آثار کی نسبت علی العموم ہوتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ایسے موقع میں شیطان کا باریک پھندا یہ ہے کہ وہ اسکو امر خیر سمجھ کر مبتلائے معصیت ہوتے ہیں۔ اور ہمارے زمانہ میں تو جہاں کہیں کسی ولی کا کچھ نشان موجود ہے وہاں نذریں چڑھائی جاتی ہیں تاکہ دنیا میں اُنکے مال و دولت میں برکت ہو۔ اور اگر کوئی منع کرے تو اُسکو اولیا سے برگشتہ ہونے کا الزام دیتے ہیں۔ حالانکہ خود شیطان کے جال میں پھنسے ہیں اور اگر اُنکو یہ معلوم ہو جائے کہ جو شخص اس مزار پر جاوے گا اُس کا دل آخرت کی جانب راغب ہوگا اور اُس کے مال و دولت میں کمی کر دی جائے گی تاکہ دنیا سے اُسکا تعلق کم ہو جائے اور آخرت کا نور بڑھ جائے اگر یہ بات عوام الناس کے ذہن میں آ جاوے تو تم دیکھو کہ کوئی بھی وہاں جانے کا قصد نہ کرے۔ پس یہ لوگ اُس بزرگ کی زیارت گاہ پر کچھ رضائے الٰہی کے لیے نہیں جاتے ہیں بلکہ اُنکی غرض فقط دنیا کی دولت ہے۔ اور یہی حال ہر ایک بدعت میں ساری ہے۔ حافظنا اللہ تعالیٰ وایانا و المسلمین جمیعا۔

اور واضح ہو کہ صحابی رضی اللہ عنہم عوام الناس کو ایسے فتنے سے بچانے کا اہتمام رکھتے تھے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیکر فرمایا کہ واللہ میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے تجھ کو نفع و ضرر پہنچانے کی قدرت نہیں ہے۔ اگر میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہوتا کہ تجھ کو بوسہ دیتے تھے تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا (رواہ البخاری) پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عوام الناس کو اعلام کیا کہ حجر اسود کا بوسہ دینا اور اس سے خیر و برکت حاصل ہونا فقط باتباع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے کیونکہ اس میں شعائر اللہ کی تعظیم ہے۔ ورنہ بذات خود بدون اتباع سنت کے اس میں کچھ بھی نہیں کیا نہیں دیکھتے ہو کہ اگر ایک شخص خانہ کعبہ کے گرد ہزار بار دوڑا پھرے اور عبادت کی نیت نہ کرے تو کچھ بھی ثواب نہیں پاوے گا اور اگر ہزار بار کنکریاں مارے اور عبادت کی نیت نہ ہو تو ثواب نہیں بلکہ عذاب سے قریب ہے۔ پس ایسے امور میں خوشنودی الٰہی و اتباع سنت کی نیت پر مدار ہوتا ہے اور اپنی رائے سے کسی چیز کی تعظیم و تکریم کرنا ثواب نہیں بلکہ معصیت کا خوف ہے۔ کیا نہیں دیکھتے ہو کہ علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جس مقام پر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار مبارک ہے وہ ٹکڑا زمین کا کعبے سے افضل ہے

سنے کہ بعض علماء رضی اللہ عنہم نے لکھا کہ وہ عرش سے بھی افضل ہے باوجود اسکے امام نووی و ملا علی قاری نے مناسک میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص مرقد مبارک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا طواف کرے تو اس پر کفر کا خوف ہے۔ قاری نے کہا کہ جو لوگ عالموں کا لباس پہن کر یا شائخوں کا زدہ پہن کر مرقد مبارک کا طواف کرتے ہیں وہ لوگ شریعت وحقیقت سے جاہل ہیں۔ انکی اس حرکت کا کچھ اعتبار نہیں ہے

(مواہب الرحمن' جلد ۲۷ - تفسیر سورہ فتح - آیہ لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ)

(بقیہ صفحہ ۷)

قاضی ابو یوسف صاحب تو ناقوس اور باجے کا سوال مسلم اور غیر مسلم اقوام کے معاہدوں کے مطابق طے کرنا چاہتے تھے مگر آج ہندوستان میں انہیں کے مقلدین یہ کہنے پر آمادہ ہوئے ہیں کہ مسجدوں کے سامنے اگر ہم کافروں کے جلوس کو گانے بجانے دیں تو یہ شریعت کی توہین ہے اور مذہب ہم کو کسی حالت میں اسکی اجازت نہیں دیتا۔ اللہ رحم کرے!

مختصر لفظوں میں ہم پھر بتا دینا چاہتے ہیں کہ مسجد اور باجے کا سوال کوئی ایسا سوال نہیں ہے جسکے متعلق تمام امور شریعت میں بوضاحت مذکور ہوں۔ ہندو اگر خالص توہین اور مسلمانوں کی عبادت میں رخنہ ڈالنے کے لئے بھی ایسا کرتے ہیں تو بھی خدا نے مسلمانوں کو بجز نصیحت کے علاوہ اور کچھ ہم پر واجب نہیں۔ مصلحین اور اولو الامر سیاستِ عادلہ کے مطابق جو صورت پیدا کریں بشرطیکہ باعث گناہ نہ ہو اس پر عمل کرنا چاہیے۔ (باقی)

سچ کے جملہ خریدار

اگر اس سال میں ایک ایک جدید خریدار بنا دیں تو
تجارتی اشتہاروں کے بغیر
اخبار کی مالی حالت قابل اطمینان ہو جائے گی

مہتمم

ایک برگزیدہ بندہ کا وصال

(از عبد الماجد)

دنیا ظاہر بین ہے، تقدس تک بھی اسکے ہاں قصد و پوشش "ظاہری تقدس" کی ہے، مگر اصل عموماً گدڑی کے اندر چھپے ہوئے رہتے ہیں۔ مولانا عبد الاحد صوفی گسنتہ ونٹی بھی اسی قسم کے ایک گنج مخفی، اسی طرح کے ایک لعل درخشاں، عام نظروں سے مخفی و پوشیدہ تھے۔ لکھنؤ کی عدالت کلکٹری میں عہدہ خلاصی پر مامور تھے، اللہ کے دربار میں جو مرتبہ رکھتے تھے، اسکا پورا اندازہ بس اسی وقت ہوگا، جب اس جہان میں حقیقت بے نقاب ہو کر رہے گی، اور ہر شے کا شہود روز کامل ہوگا۔ ساری زندگی متوکل جان، انکسار نفس، اخلاص، اور رشتہ دبے لوثی کی ایک عملی تفسیر تھی۔ اللہ اپنے پیاروں کی خاطر داری خود کرتا ہے۔ جس طرح ساری عمر خلق اللہ سے بے نیاز رہے، آخر وقت بھی اللہ نے طبیبوں اور تیمارداروں کا محتاج نہ کیا۔ اچھے خاصے چلتے پھرتے، اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ معمولی بخار تھا، اسی حالت میں پیران کلیر عرس میں گئے، وہاں سے دہلی آئے، اور وہیں حضرت خواجہ باقی باللہ کا جوارِ مزار دل کو ایسا بھایا، کہ ۱۸ ربیع الاول کو وہیں استراحت دائمی میں مصروف ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دہلی اور لکھنؤ کا مقابلہ مشہور ہے۔ لیکن آج لکھنؤ کو علانیہ اپنی شکست تسلیم کر لینی چاہیے کہ روحانیت کا یہ گوہر آبدار بالآخر خاک دہلی ہی کے سلسلۃ الذہب میں جا کر منظوم ہوا! اجازت نقشبندی، قادری، چشتی، غالباً ہر سلسلہ میں حاصل تھی لیکن نسبت غالب حضرت خواجہ باقی باللہ کی نقشبندیت کی تھی۔ شاخ اپنی اصل سے جا ملی۔ گل کو چمن نے اپنے آغوش میں لیا، اور حضرت کے واصلے پرستار کی خاک کو آخری آسودگی ایک باقی باللہ و فانی فی اللہ کے پائین ہی میں نصیب ہوئی!

شعر: مگر گشتہ شمشیر عشق یافت
مرگے کہ زاہداں بدعا آرزو کنند!

علوم ظاہری کی تعلیم لکھنؤ کے بہترین عالم و زاہد مولانا محمد نعیم فرنگی محلی سے حاصل کی بعض مراتب سلوک بھی انہیں کے سایۂ تربیت میں طے کیے۔ باضابطہ بیعت سید عبد الباری شاہ سے کی، جو اطراف بنگالہ کے ایک بزرگ تھے۔ سماع میں مذاق چشتیت بدرجہ غایت غالب تھا۔ لیکن آخر عمر میں موجودہ مشائخ و محافل سماع کی بے اعتدالیوں سے اکتا گئے تھے۔ سماع میں خاص لطف توحید اور اسکے بعد نعت سے تھا۔ خلاف شریعت کلام کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔ اذان و نماز کے اوقات میں سماع کا روک دینا اشد ضروری سمجھتے تھے۔ عورتوں اور کمسن لڑکوں کا گانا ناپسند تھا۔ عموماً دستور یہ تھا کہ بجائے محفل سماع میں قوالوں کے سامنے بیٹھنے کے، پاس کی کسی مسجد میں بیٹھ جاتے تھے، اور وہیں سے سنا کرتے تھے۔

باضابطہ مرید شاید کسی کو نہیں فرمایا۔ جس کسی کو تعلیم دیتے تھے، کہہ دیتے تھے کہ "اگر جی چاہے اور اچھا پیر مل جائے تو مرید ہو جانا"۔ اپنے پیر و مرشد کا یہ مقولہ اکثر نقل فرماتے تھے کہ "پیر مت بنو، البتہ اللہ کا نام جو آتا ہے، کوئی پوچھے تو وہ بتا دو۔ پیر وہ بن سکتا ہے، جو مرید کو دوزخ سے ہاتھ پکڑ کر نکال لا سکتا ہو۔" قطع علائق کے بعد حلقہ درویشی کے بادشاہ تھے۔ کثیر الاحباب تھے، ہر فرقہ اور ہر عقیدہ کے لوگوں سے مخلصانہ تعلقات رکھتے تھے۔ مگر بحث و مباحثہ کسی سے نہیں کرتے تھے۔ کسی کی دلشکنی گوارا نہ تھی۔ رواداری اور وسعت قلب کی یہ حالت تھی کہ ایک طرف اہل سماع کے عاشق تھے، دوسری جانب مولانا رشید احمد دیوبندی اور دوسرے اکابر جماعت ظاہری کے دل سے مداح و قدرداں رہتے تھے۔ درگاہ پیران کلیر کی حاضری کا خاص اہتمام تھا۔ ایکبار لکھنؤ سے وہاں تک پاپیادہ حاضر ہوئے! امیر و فقیر ہر ایک کا احترام رکھتے تھے، اور ہر قسم کی تعظیم بجا لاتے رہتے تھے، لیکن بوسہ قبر، سجدہ، طواف وغیرہ کسی خلاف شرع تعظیم کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

اکثر لکھنؤ کے بجائے دلی کو اپنی گرانقدر تشریف سے رونق بخشتے تھے۔ لکھنؤ، اطراف لکھنؤ کے خوش نصیب انگریزی خواں نوجوان جنھیں کے فیض صحبت سے دولت ہمت پر لگ گئے تھے۔ انکی روح گلگشت جناں میں مصروف ہے، پر وہ حسرت نصیب جو ایسے چشمہ فیض کو پاکر بھی سیراب نہ ہو سکے کیا کریں بجز اپنی محرومی و حرماں نصیبی کو رونے!

نظیری: فلک آمدہ بودی چو مسیح — باز پس رفتی و کس قدر تو نشناخت دریغ!

جمعیۃ علماء اور ترکِ موالات

بعض اخبارات میں کسی مخبری نے یہ خبر شائع کرا دی ہے کہ جمعیۃ العلماء کی مجلس عاملہ نے اپنے اجلاس دہلی میں ترک موالات کے فتوے کو منسوخ کر دیا ہے اور یہ فیصلہ کیا ہے کہ اگر کونسلوں میں کسی مخالف اسلام جماعت کے داخل ہو جانے کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں کونسلیں نہ صرف یہ کہ حرام نہیں رہتیں بلکہ مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے کہ ان میں اسلامی مقاصد کے زبردست حامیوں کو بھیجیں ۔ یہ اطلاع ایک افسوسناک فریب پر مبنی ہے جسکا مدعا بظاہر جمعیۃ العلماء کو بدنام کرنے کے سوا اور کچھ نہیں معلوم ہوتا ۔ ! پھر اسکے ذریعہ سے مسلمان رائے دہندوں کو دھوکا دینے کی کوشش کی گئی ہے ۔ واقعہ یہ ہے کہ فتوے نہ تو منسوخ کیا گیا ہے اور نہ اس میں کوئی ترمیم کی گئی ہے ۔ کفار محاربین سے ترک موالات کا فتوے جن احکام پر مبنی ہے وہ شریعت کے دائمی اور اٹل احکام ہیں جن میں کوئی ترمیم و تنسیخ ہو ہی نہیں سکتی ۔ البتہ ان احکام کی تنفیذ و اشاعت کا مسلمانوں کے مدارج استطاعت کفار محاربین کی حیثیت ، اور گرد و پیش کے اسباب و احوال کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہے ۔ اور جب ان چیزوں میں تغیر واقع ہو تو ان احکام کی صورت تنفیذ میں بھی تغیر ہونا ایک ضروری امر ہے ۔ تحریک ترک موالات کی ناکامی اور ہندو مسلم مناقشات کا سلسلہ شروع ہونے کے بعد سے جمعیۃ العلماء برابر ان حالات کے تغیر کو دیکھ رہی تھی اور اس نے جنوری سنہ میں ایک مستقل سب کمیٹی اس مقصد کے لیے مقرر کر دی تھی کہ وہ حالات پر کامل غور و خوض کرنے کے بعد تحقیق کرے کہ احکام ترک موالات کی تعمیل کے لیے مسلمانوں کی استطاعت میں کس حد تک فرق واقع ہوا ہے اور اس فرق کی کس حد تک رعایت ہونی چاہیے ۔ چنانچہ اس سب کمیٹی نے نہایت عمیق نظر سے تغیر احوال کا مطالعہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچی کہ مسلمانوں کی استطاعت میں درحقیقت ایک فرق عظیم واقع ہو گیا ہے ۔ ہندوستان کی ایک بڑی قوم جو پہلے ہندوستان کو آزاد کرانے کے لیے مسلمانوں کے ساتھ متحد تھی اب منتشر ہو کر جس نے انکا ساتھ چھوڑ دیا ہے بلکہ وہ بھی انکے مقابلہ پر صف آرا ہو گئی ہے اور اجنبی حکومت کی دست و بازو بنکر اس نے ایسی صورت حال پیدا کر دی ہے جس سے مسلمانوں کی قومی ہستی سخت خطرہ میں پڑ گئی ہے ۔ جس طرح ایک اتحادی قوت کے الگ ہو جانے اور مخالف قوت سے جا ملنے کے باعث مسلمان بہت کمزور ہو گئے ہیں اور ان میں ترک موالات کے ان احکام کی پوری پوری تعمیل کرنے کی قوت باقی نہیں رہی ہے جو قدرت و استطاعت کے نسبۃً اعلیٰ درجہ میں انہیں حاصل تھی ۔ پس یہ صورت حال دیکھ کر اس نے یہ فیصلہ صادر کر دیا کہ

"اگر موجودہ رنگ فضا میں اہل الرائے اور مخلص مسلمان اپنے مذہب اور اپنی ہستی کو محفوظ رکھنے کے لیے کوئی ایسا عمل اختیار کریں جو اس مقصد کے لیے ضروری ہو ۔ اگرچہ صورۃً وہ قسم موالات ہو لیکن حقیقۃً یعنی نیۃً موالات مقصود نہ ہو اور اور مقاصد دین کی اعانت و حمایت مقصود ہو ۔ نیز مذہب و قوم و وطن کے مفاد کو نقصان پہونچنے کا احتمال نہ ہو تو اس عمل میں وہ بقاعدہ اختیار اہون البلیتین معذور ہونگے لیکن یہ حکم بھی اسوقت تک ہے جبتک فضا کی تاریکی دور نہ ہو اور زیادہ مہتم بالشان خاص حالت پیدا نہ ہو جائے"

اس فیصلے کے الفاظ پر غور کیجیے تو آپ کو کہیں بھی یہ بات نہ ملے گی کہ جمعیۃ نے ترک موالات کا فتوے واپس لے لیا ، یا کونسلوں کے داخلہ کی "حرمت" کو "فرضیت" سے بدل دیا ہے ۔ ایک ماؤف الدماغ آدمی کے سوا شاید کوئی شخص بھی اس سے یہ معنی اخذ نہیں کر سکتا ۔ اول تو اس میں یہ قید لگا دی ہے کہ یہ رخصت صرف اسوقت تک کے لیے ہے جب تک موجودہ فضا کی تاریکی یعنے ہندو مسلم نزاع باقی رہے یا کوئی مہتم بالشان خاص حالت (مثلاً کسی دیار اسلام پر حکومت برطانیہ کا حملہ) رونما نہ ہو ۔ دوسرے اس میں کفار محاربین سے موالات کو خواہ دوستی کے معنی میں ہو یا مناصرہ کے بہرحال حرام قرار دیا ہے ۔ اور مسلمانوں کو صرف ایسے حالات میں موالات کی ظاہری صورت اختیار کرنے کی اجازت دی ہے جبکہ اسلام کی عزت یا مسلمانوں کی قومی زندگی کو بچانے کے لیے اسے اختیار کرنا ضروری ہو جائے لیکن اسکے لیے یہ بھی شرط لازمی ہے کہ وہ موالات کی ظاہری صورت حقیقۃً یا نیۃً یا معنی کے اعتبار سے موالات نہ ہو ، ورنہ وہ بھی حرام ہے ۔ مثلاً اگر کوئی شخص حکومت کو دوست سمجھ کر اس سے تعاون کرے تو اسکا یہ عمل فتوے کے خلاف ہوگا ۔ اسی طرح اگر کسی شخص کی نیت یہ نہ ہو لیکن وہ حکومت کی تقویت کا باعث ہو تو یہ حقیقۃً و معنی کے اعتبار سے موالات ہوگا ۔ اور اس لیے یہ بھی فتوے کے خلاف ہوگا ۔ ان قیود کے ساتھ جو رخصت عطا کی گئی ہو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اُسے کس حد تک فتوے میں ترمیم و تنسیخ یا تبدیل و تحریف کے ہم معنے قرار دیا جا سکتا ہے ۔

اس رخصت کا کونسلوں کے داخلے سے اگر کوئی تعلق ہے تو وہ صرف اتنا ہے کہ اگر مسلمانوں کے ارباب حل و عقد یہ محسوس کریں کہ کونسلوں کی غیر مسلم اکثریت ان مسلمان ممبروں کی موجودگی سے جو مسلمانوں کی صحیح نمائندگی نہیں کر سکتے ، ناجائز فائدہ اٹھا کر اسلامی مفاد کو نقصان پہونچا رہی ہے ، اور اگر ایسی حالت میں وہ کونسلوں کی نشستوں پر سچے اور مخلص مسلمانوں کو بھیجکر قبضہ کر لینا ضروری سمجھتے ہوں تاکہ انکو غیر مسلموں کی تقویت کا باعث بننے سے محفوظ رکھ سکیں تو وہ ایسا کر سکتے ہیں ۔ بشرطیکہ اس طرح قبضہ کرنے کا مقصد فی الحقیقت موالات نہ ہو بلکہ محض اسلامی مفاد کی حفاظت ہو ۔ جہاں تک ہم سمجھتے ہیں اس سے کونسلوں کی حرمت میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا ہے بلکہ ایک شدید ضرر سے بچنے کیلیے مجبوراً ایک ایسی حرام چیز کو اختیار کرنے کی اجازت دیدی گئی ہے جسکا اثم و ضرر نسبتاً کم ہے ۔ اسکی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے کسی شخص کی زندگی کو بچانے کے لیے اگر شراب کی تھوڑی سی مقدار دینا ناگزیر ہو جائے تو وہ اس خاص حالت اور خاص مقدار میں جائز ہو جاتی ہے اور اسکا نفس حرمت خمر پر ذرہ برابر بھی کوئی اثر نہیں ہوتا ۔ موجودہ حالات میں مسلمانوں کو یہ رخصت عطا کرنا بالکل ناگزیر ہو گیا تھا ورنہ کون کہہ سکتا ہے کہ مسلمانوں کے لیے یہ رخصت موت کے خطرے سے کچھ کم خطرناک ہے ۔

(باقی)

مسجد اور باجا

(از مولانا ابوالجلال صاحب ندوی)

(سلسلہ گزشتہ)

اس قدر طویل تشریح کے بعد ہم اپنے مضمون کے ابتدائی حصے میں بیان کر چکے ہیں، ہم اپنے ان مسلمان دوستوں سے، جو ہندوؤں کے باجوں کو مسجدوں سے گزرنے دینا شرعی گناہ سمجھتے ہیں، یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ

تلک آیات اللہ نتلوہا علیک بالحق فبای حدیث بعد اللہ وآیاتہ یؤمنون (جاثیہ)	یہ اللہ کی نشانیاں ہیں جن کو ہم سچائی کے ساتھ تیرے آگے پڑھتے ہیں، تو پھر وہ اللہ اور اس کی نشانیوں کے بعد کس بات پر ایمان رکھتے ہیں۔

سیاسی اغراض کے ماتحت آج جو فیصلہ کیا جاتا ہے اسکو تیرہ سو برس پہلے کا شرعی فیصلہ قرار دیا ہے تو اب اگر قطعی قرآنی آیت نہیں تو کوئی صحیح حدیث ہی پیش کریں۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ حدیث بھی ان کے فتوے و جواب ہی کے خلاف ہے۔ نسائی وغیرہ مختلف محدثین نے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آں حضرت صلعم میرے پاس آئے اور میرے پاس دو لڑکیاں تھیں جو دف بجا رہی تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے ڈانٹا تو آنحضرتؐ نے فرمایا

دعہن فان لکل قوم عیدا انکو چھوڑ دو کیونکہ ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے

آپ غور فرمائیں یہ واقعہ کہاں کا ہے؟ یعنی مسجد نبوی سے ملا ہوا حجرۂ عائشہ تھا جو اب قبہ نبوی ہے۔ لڑکیاں اسی میں دف بجاتی تھیں اگر دف بجانے والوں کو ہر حال روکنا شرعاً واجب ہوتا تو آنحضرت صلعم حضرت ابوبکرؓ کو ڈانٹنے سے ہرگز نہ روکتے۔

خیر یہ تو نابالغ لڑکیاں تھیں جو ابھی تک شرعی احکام کی مکلف نہیں، کھیل کود کا زمانہ ہی تھا۔ آگے سنئے حضرت عائشہ حبشیوں کے اکھاڑے کا تذکرہ ان لفظوں میں فرماتی ہیں:

وانا انظر الی الحبشۃ یلعبون فی المسجد (بخاری)	میں حبشیوں کو دیکھ رہی تھی کہ مسجد میں تماشہ کرتے ہیں۔

اسی واقعہ کو حضرت ابوہریرہ یوں بیان کرتے ہیں:

دخل عمر والحبشۃ یلعبون فی المسجد فزجرہم عمر فقال رسول اللہ صلعم دعہم یا عمر فانما ہم بنو ارفدہ	عمرؓ آئے اور حبشی مسجد میں تماشا کر رہے تھے تو عمر نے ڈانٹا تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا اے عمر جانے دو یہ وہ ہیں یعنی بنو ارفدہ ہیں۔

حضرت عمرؓ کا خود جناب رسالتمآب کی موجودگی میں حبشیوں کو ڈانٹنا اس بات کی قطعی شہادت ہے کہ وہ اس فعل کو شرعی حیثیت سے برا سمجھتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ آنحضرت اپنی فطری نیکی سے خاموش ہیں۔ یہ حبشی آنحضرت کی حیثیت کا اندازہ سمجھ کر کود رہے ہیں۔ لیکن رسول اللہ نے فرمایا کہ دعہم یا عمر انکو چھوڑ دو کیونکہ یہ وہ ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ نے صرف اس مصلحت سے انکو منع نہ کیا کہ یہ حبشی تھے، عید کی خوشی ظاہر کرنے کا انکو یہی طریقہ آتا تھا ورنہ یہ تو انکا حرج ہی مسلم تھا کہ

"اپنے نا سمجھ بچوں سے، اور اپنے مجنونوں سے، اور اپنی خرید و فروخت سے اور اپنے باہمی جھگڑوں سے اور اپنی آوازیں بلند کرنے سے اور اپنے حدود جاری کرنے سے اور اپنی تلواریں بے نیام کرنے سے اپنی مسجدوں کو الگ رکھو، اور انکے دروازوں پر طہارت گاہیں بنواؤ اور جمعوں میں ان میں خوشبوئیں جلاؤ"

(ابن ماجہ، وکذا فی الاوسط)

اس حکم کے مطابق مسجدوں میں کوئی لہو و لعب درست نہ تھا، مگر حبشیوں کا تماشے والا واقعہ ہمارے لیے بہت سے اسباق رکھتا ہے:

(۱) مسجدوں میں یا مسجدوں کے پاس اگر شور و غل یا کھیل ہوتا ہو تو مسلمان منع کر سکتے ہیں کیونکہ حضرت عمرؓ نے خود حضرت رسول خدا کی موجودگی میں حبشیوں کو منع کیا، اور آنحضرت صلعم نے انکے اس فعل کو برا نہیں جتایا۔

(۲) لیکن اگر سیاست عادلہ اور وقتی مصالح اور مسلمانوں کا مفاد خوشی کا مقتضی ہو تو خوشی اور پردہ پوشی میں کوئی شرعی قباحت نہیں۔

حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکیوں کا دف بجانا اور حبشیوں کا تماشہ کرنا یہ دونوں واقعات عید کے دن کے ہیں۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے (تفسیر ابن جریر) کہ سورۂ انعام کی آیت "وما علی الذین یتقون" کا شان نزول بھی مشرکوں کی ایک عید ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ آنحضرت صلعم نے حضرت ابوبکرؓ کو منع کیا کہ لڑکیوں کو نہ ڈانٹیں تو اسکی وجہ اس موقع پر یہ نہیں بتائی کہ وہ مرفوع القلم ہیں۔ فرمایا

ان لکل قوم عیدا ہر قوم کے لیے ایک عید ہوتی ہے

اس سے ایک قیاس ہوتا ہے وہ یہ کہ شاید آنحضرت صلعم کا حضرت عمر اور حضرت ابوبکر کو زجر و توبیخ سے روکنا اسی سورۂ انعام والی آیت کے بموجب ہو۔ اگر ہمارا یہ خیال صحیح ہے تو باجوں کے موقع پر زجر و توبیخ سے زیادہ بہتر خوشی اور پردہ پوشی ہے۔ لیکن اتنا تو نص صریح سے ثابت ہے کہ نصیحت اور اعراض کے سوا شرعی طور پر نہ تو زجر و توبیخ ہی لازم ہے نہ خوشی اور پردہ پوشی۔ قصہ مختصر سیاست عادلہ جس طریقہ کو مناسب قرار دے وہی برتنا چاہیے۔

آجکل مسلمانوں کے سامنے مسجد اور باجے کا سوال ہے، ایک زمانہ میں ایک مسلمان خلیفہ کو اسکے طے کرنے کی ضرورت تھی کہ جہاں مسلمان و ذمی آباد ہیں وہاں ایک دوسرے کے کیا حقوق ہیں؟ قاضی ابو یوسف نے بادشاہ کو جو مشورہ دیا اسکی بنا ہمارے محترم مولانا کی طرح قرآن کی غلط تفسیر پر نہ رکھی بلکہ انھوں نے ان معاہدوں کا ذکر کیا جو حضرت عمر کے زمانے میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان ہوئے تھے۔ ان معاہدوں میں ناقوس اور جلوس کا مسئلہ بھی تھا۔ قاضی صاحب نے ان معاہدوں کو کتاب الخراج میں نقل کر کے لکھا ہے کہ جن شہروں کو خاص عربوں نے آباد کیا ہے ان میں ذمیوں (یعنی عیسائیوں) کو ناقوس بجانے کا حق نہیں ہے اور جو شہر اہل عجم کے تھے اور عربوں نے فتح کیے تھے ان میں اتفاق ہے جو معاہدہ میں مذکور ہے اور مسلمانوں پر پابندی معاہدہ واجب ہے

(دیکھئے صفحہ ۸ کالم ۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چند کتابیں

الناظر

اردو کا مشہور رسالہ ... [illegible]

تاریخ عرب

[illegible]

میلاد النبی صلعم

[illegible]

قیمت [illegible]

تحفۂ حرم

[illegible]

تفسیر القرآن فی معارف القرآن

[illegible]

کلید خزائن اردو

[illegible]

کشاف الہدیٰ

[illegible]

ترجمہ ابن خلدون معہ مقدمہ

[illegible]

مصنفین اردو

اردو کے تین سو کے زائد مشہور و مقبول مصنفین کی مکمل تصانیف کی فہرست معہ مروجہ ... یہاں سال بسال شایع ہوتی ہے ... [illegible]

قیمت ۔ ۔ [illegible]

الناظر بک ایجنسی

علوم القرآن

[illegible]

بصائر القرآن

[illegible]

تصوف اسلام

[illegible]

قیمت [illegible]

آئینہ حقیقت نما

[illegible]

قیمت [illegible]

پیام امن

[illegible]

قیمت [illegible]

حقایق اسلام

[illegible]

قیمت [illegible]

تاریخ الحرمین الشریفین

[illegible]

قیمت [illegible]

جدید دور اسلام

[illegible]

قیمت [illegible]

تجرید بخاری معہ ترجمہ

[illegible]

انتخاب صحاح ستہ

[illegible]

مسلمانان اندلس

[illegible]

جزاء الاعمال

[illegible]

مستقبل اسلام

[illegible]

نامۂ [illegible]

[illegible]

ملنے کا پتہ ۔ الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

باہتمام احقر الانام اسحاق علی علوی مالک و مہتمم الناظر پریس لکھنؤ میں طبع ہوا